فکر و نظر........... اسلام آباد　　　جلد: ٤٧　　　شمارہ: ٢

دورِ جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات

نوید احمد شہزاد☆

Abstract

Being the living embodiment of the final version of the revealed guidance from the Creator for rest of the time Muhammad (peace be on him) is the role model for humanity in all affairs, till the day of judgment. This makes the knowledge of the life pattern (Sirah) of the Prophet (peace be on him) recurring need of the Muslim ummah. This recurring need of Sirah in seeking guidance for various aspects of individual and collective spheres of life made it inevitable for Muslim scholars to authentically record and then continually examine and re-examine the Sirah literature. This rigorous process of constant referral to Sirah for extracting guidance for a whole range of diverse affairs of life has motivated the scholars of Islam in each generation to recast Sirah literature in new idiom, adopting varying methodologies and styles over the span of last fourteen hundred years. The modern age gave rise to new issues as well as new means of textual and historical criticism. The scholars and specialists of Sirah un-reluctantly learned these tools of modern scholarship and have made serious efforts to utilise them in their endeavours of Sirah writing along with the traditional methods. This article attempts to study and introduce these fresh trends and methodologies which are being used by the scholars in producing Sirah literature in the modern times.

دنیا میں حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ نت نئے مسائل سامنے آ رہے ہیں۔ علوم میں وسعت اور گہرائی بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے جانچ پرکھ کا عمل زیادہ بہتر نتائج پیدا کر رہا ہے۔ تاریخی واقعات کی نہ صرف نئے سرے سے چھان بین ہو رہی ہے بلکہ ان سے نتائج اخذ کرکے

* لیکچرر اسلامیات، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

DMHL

مستقبل میں بہتر تبدیلی کے امکانات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے کئی سیرت نویسوں کی تحریروں میں نہ صرف متقدمین کے اسالیب کے بہت سے خصائص کی جھلک نظر آتی ہے بلکہ جدید تقاضوں کی تکمیل کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے موجودہ دور میں سیرت نگاری کے زیادہ نمایاں رجحانات کو درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ عصری مسائل کے تناظر میں سیرت نگاری

۲۔ سیرت نگاری میں جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال

۳۔ مصادرِ سیرت کی از سرِنو ترتیب و تنظیم

۴۔ کتب سیرت کے تراجم

۵۔ کتب سیرت کی تحقیق و تخریج

۶۔ اسالیبِ سیرت نگاری

۱۔ عصری مسائل کے تناظر میں سیرت نگاری

موجودہ دور میں انسانیت کو اور بالخصوص اہل اسلام کو درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر کئی سیرت نگار سیرت طیبہ کو بیان کرتے ہیں اور پھر ان مسائل کا حل رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور آپؐ کی تعلیمات و احوال سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح سیرت طیبہ سے انسانیت کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈنا موجودہ دور کا معروف اسلوب ہے۔ اس ضمن میں دو اہم امور کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(ا) تاریخی مجلّات کا کردار:

سیرت طیبہ کے بارے میں علمی و تحقیقی مجلّات میں چھپنے والے مضامین میں کتب سیرت کی نسبت عموماً مقالہ نگار حالات حاضرہ کا جائزہ لیتے ہیں اور مسائل کے موجودہ حل کو بھی پیش نظر رکھ کر اس کا اسلامی تعلیمات اور لغوی طریق سے تقابل کرتے ہیں۔ خطبۂ حجۃ الوداع کو نقل کرتے ہوئے مضمون نگار کا تقابلی انداز ملاحظہ فرمائیں۔

> ''خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت و خصوصیت، اس کی ہمہ گیر افادیت اور آپ ﷺ نے جن موضوعات پر ہدایت فرمائی ہے ان کی اہمیت کی بناء پر یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس خطبہ کے ماحصل پر روشنی ڈالی جائے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا آج کے حقوق انسانی کے چارٹر کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔''(۱)

اسی طرح انسانی حقوق ،سائنسی تجربیت، امن عالم ، فنون لطیفہ، ذرائع ابلاغ ، دفاعی، سائنسی، تعلیمی مسائل اور دوسرے عالمی مسائل اور جدید موضوعات پر سیرت طیبہ کے تناظر میں لکھنے کا رجحان دن بدن تقویت پکڑ رہا ہے۔

(ب) سیرت طیبہ سے رہنمائی لینے پر حکومتی توجہ:

بعض اوقات سیرت طیبہ کی روشنی میں درپیش مسائل کا جائزہ لینے کے لیے سرکاری سطح پر بھی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ بعض مسلم حکومتیں جدید دور کے کسی مسئلے کو نمایاں کرکے اہل قلم کو دعوت دیتی ہیں کہ سیرت نبویؐ کی روشنی میں اس مسئلے کا حل پیش کریں۔ حکومت پاکستان اس سلسلے میں ہر سال ایک عنوان کا اعلان کرتی ہے جس پر باقاعدہ تحریری مقابلہ ہوتا ہے اور سرکاری سطح پر انعام بھی پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً ''استحکام پاکستان کا حصول، سیرت طیبہ کی روشنی میں''۔ اس عنوان پر حکومت نے مقالات لکھوائے جن میں سے ایک انعام یافتہ مقالہ نگار کے الفاظ اس طرح تھے:

> ''پاکستان میں پائیدار اور حقیقی استحکام داخلی و خارجی امن، معاشرتی سکون ، عوام کی جان و مال کا تحفظ، سرحدوں کی حفاظت ، سیاسی و معاشی خود مختاری، اقتصادی ترقی اور خوش حالی کے لیے حکومت پاکستان کو ریاست مدینہ منورہ کے نبویؐ طرز حکومت پر خلوص دل، ایمانداری، دیانتداری، ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے واقعی جذبہ کے تحت درج ذیل اقدامات پر عمل کرنا ہوگا۔''(۲)

۲۔ سیرت نگاری میں جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال

جدید ذرائع ابلاغ معلومات حاصل کرنے کا تیز ترین ذریعہ ہیں اور ان کے ساتھ معلومات کو تیزی سے دنیا بھر میں پھیلایا بھی جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سیرت طیبہ کے حالات و واقعات سے ہر شخص کی آ گاہی دنیا بھر کے سیرت نگاروں کی آراء کو جاننے اور کسی بھی معاملہ پر ان کے خیالات و افکار کو اکٹھا کرنے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی اہمیت بہت زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غلام شبیر(۳) کی رائے درج ذیل ہے:

> '' ذرائع ابلاغ آزادانہ ذمہ داریوں کے ساتھ شریعت کی روشنی میں مثبت انداز میں اپنے فرائض سرانجام دیں۔ اس طرح دور جدید کے ذرائع ابلاغ سیرت نبویؐ کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔''(۴)

اخبارات و جرائد میں فوری اور جدید دور کے مسائل پر کتب کی نسبت عموماً جلدی لکھنا شروع ہو جاتا ہے۔ کئی اخبارات مخصوص دینی اہمیت کے حامل ایام پر مشاہیر اہل قلم کی تحریریں شائع کرتے ہیں، جیسے عید میلاد النبیؐ، واقعہ معراج، غزوہ بدر اور فتح مکہ وغیرہ کے حوالے سے ان جرائد میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹی وی کا یہ مثبت استعمال ہے کہ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں سے اہل اسلام کو آگاہ کیا جاتا رہے۔ جیسا کہ ریڈیو اور ٹی وی پر بسا اوقات ایسے پروگرام کیے جاتے ہیں۔ مگر سیرت طیبہ کے بارے میں معلومات کے حصول میں مذکورہ ذرائع ابلاغ کی نسب انٹرنیٹ کی افادیت کئی پہلوؤں سے زیادہ ہے۔

سیرت نگاری میں انٹرنیٹ کا استعمال

موجودہ دور میں سیرت طیبہ کے بارے میں معلومات کو عام کرنے اور تحقیق کرنے میں انٹرنیٹ کا اہم کردار ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل عنوانات کے تحت کی جاتی ہے:

ا۔ سیرت کی اہم کتب تک رسائی

انٹرنیٹ کی ویب سائٹس پر متقدمین کی کتب تفاسیر اور حدیث وغیرہ کے ساتھ ساتھ سیرت النبیؐ پر لکھی گئی امہات الکتب بھی موجود ہیں۔ جیسے سیرة ابن اسحاق، المغازی للواقدی، سیرت ابن ہشام، ابن سید الناس کی عیون الاثر، ابن عبدالبر کی الدرر فی اختصار المغازی و السیر والسہیلی کی الروض الانف اور الشامی کی سبل الہدیٰ والرشاد وغیرہ ہیں۔ ان کتب کا نہ صرف کسی بھی وقت مطالعہ کیا جا سکتا ہے بلکہ ان میں سے کسی کتاب کے کسی بھی حصے کی نقل حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ کتب www.alwarraq.com پر موجود ہیں۔ اسی سائیٹ پر بہت سی ایسی تاریخ کی کتب بھی موجود ہیں جن میں ایک بڑا حصہ سیرت النبیؐ کا ہے۔ جیسے اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ، تاریخ بغداد اور الکامل فی التاریخ وغیرہ ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور سائیٹwww.al.islam.com پر الروض الانف زاد المعاد اور محمد بن عبدالوہاب کی مختصر سیرت رسولؐ موجود ہے۔ غرضیکہ اس طرح کی کئی سائٹس ہیں جن کی وجہ سے پوری دنیا کے گوشے گوشے میں ہر شخص کے لیے آسانی کے ساتھ بلامعاوضہ سیرت النبیؐ کی کتب سے استفادہ آسان ہو گیا ہے۔

۲۔ جدید کتب سیرت کا تعارف

ان سائٹس پر نہ صرف قدیم سیرت کی کتب موجود ہیں بلکہ جدید کتب بھی ہیں اور باقاعدہ ان کا تعارف اہتمام سے کرایا جاتا ہے۔ جیسے www.alwarraq.com پر احسان عباس کی کتاب ’’فن السیرۃ‘‘ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۳۔ مشاہیر اہل علم سے استفادہ

ایسی سائٹس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر ان کتب سے استفادے میں رکاوٹ ہو یا سیرت کے کسی خاص واقعہ یا جدید مسئلہ پر مشہور علماء کی آراء درکار ہوں تو ان مقامات پر طلبگار کو نہ صرف رہنمائی دی جا تی ہے بلکہ ان سائٹس کے زائرین کے لیے فری اکاؤنٹ کھولنے اور برقی ڈاک(E.mail) کی بھی بلامعاوضہ سہولت دی جا تی ہے۔ اسی طرح ان علماء سے سوال جواب کرنے کی بھی سہولت ہوتی ہے۔ جیسے www.sahab.com پر بہت سے علماء خصوصاً سعودی عرب کے بڑے علماء سے آسانی کے ساتھ استفادہ ممکن ہے۔

۴۔ قارئین کی آراء کی شمولیت

بہت دفعہ ان مقامات پر کسی کتاب کا مطالعہ کرنے والوں سے متعلقہ کتاب کے بارے میں قاری کی رائے بھی دریافت کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے کتاب پر تنقید وغیرہ کی ہو تو اس کو بھی نقل کر دیا ہوتا ہے اور اگر ابھی تک تنقید نہ ہوئی تو اس کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔ مثلاً سیرت حلبیہ کے بارے میں درج ذیل رائے دی گئی ہے:

” لا یوجد ای نقاشات حول هذا الكتاب حتى الآن“(۵)

ترجمہ: ابھی تک اس کتاب پر مناقشات موجود نہیں ہیں۔

۵۔ معلومات کا استقصاء

انٹرنیٹ کا ایک بڑا ممکن فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے سیرت طیبہؐ کے بارے میں سیرت نگاروں کے اختلافات کافی حد تک کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے کیونکہ یہ ہمہ وقت رابطے کا نہ صرف مؤثر ذریعہ ہے بلکہ اختلافی آراء کے تجزیے میں بھی کافی مددگار ہے۔

مصادرِ سیرت کی از سرنو ترتیب و تنظیم

علوم اسلامیہ کی بہت سی ایسی اہم اور بڑی کتب ہیں جو کہ خالص سیرت النبیؐ کی کتابیں نہیں ہیں۔ مگر سیرت رسولؐ سے متعلقہ کافی مواد ان میں موجود ہے دور جدید میں کئی سیرت نگاروں نے ان بڑی کتب میں سے سیرت النبیؐ سے متعلقہ احوال و واقعات اور مرویات و معلومات کو چھانٹ کر ازسرنو مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ اس اسلوب پر تین عنوانات کے تحت معروضات پیش خدمت ہیں:

۱۔ تنظیم نو کی اہمیت
۲۔ تنظیم نو کا طریق کار
۳۔ متن کی افادیت بڑھانے کے اضافے

۱۔ تنظیم نو کی اہمیت

اسی طرح معلومات مرتب کرنے والوں کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سیرت طیبہؐ کے بارے میں صحیح اور مستند معلومات حاصل ہوسکیں۔ نیز متعلقہ متن یا کتاب میں ایک ہی موضوع یعنی سیرت سے متعلقہ بکھری ہوئی معلومات کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے تاکہ اس سے بہتر استفادہ ممکن ہو سکے۔

جو کتابیں اس ضمن میں سیرت نگاروں کی توجہ حاصل کر چکی ہیں، ان میں سرفہرست قرآن مجید ہے۔ قرآن حکیم میں سید الانبیاءؐ کی حیات طیبہ کے بارے معلومات کا بہترین اور مستند ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ متعدد سیرت نگاروں نے نہ صرف قرآن کی روشنی میں سیرت طیبہ کے احوال و واقعات مرتب کیے ہیں ۔ اس لیے بھی کہ سیرت طیبہ کے بارے میں سب سے مستند ذریعہ قرآن ہی ہے۔ اس بارے میں دیگر کتب کے علاوہ ایک کتاب محمد علی الہاشمی کی "**شخصیة الرسول و دعوته فی القرآن**" بھی ہے۔ موصوف اپنی کتاب کی افادیت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "**رایت انها ضروریة نافعة مفیدة للقاری الباحث عن تجلیة شخصیة الرسول العظیمة و دعوته کما صورهما القرآن الکریم.**"(٦)
>
> ترجمہ: میں نے دیکھا کہ یہ اس قاری کے لیے ضروری، نفع آور اور مفید ہے جو رسول اللہؐ کی عظیم شخصیت اور آپؐ کی دعوت کی اس طرح وضاحت چاہتا ہو، جیسا کہ ان کی تصویر قرآن کریم نے کھینچی ہے۔

الدکتور سلیمان بن حمد العودۃ نے ''السیرۃ النبویۃ فی الصحیحین وعند ابن اسحاق'' مرتب کی ہے اور اس کے مقدمہ میں دیگر مقاصد کے اظہار کے ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ اس کتاب کے ذریعے مستند اور صحیح سیرت رسولؐ پیش کرنا چاہتے ہیں۔(۷)

۲۔ تنظیم نو کا طریق کار

بعض اوقات کسی بڑی کتاب کا ایک حصہ سیرت النبیؐ پر مشتمل ہوتا ہے جس کو مصنف نے خود ہی منفرد لکھا ہوتا ہے مگر وہ اسی کتاب کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ بعد میں آنے والے سیرت نگار اس کتاب سے سیرت النبیؐ والے حصے کو الگ کرکے ایک نئی کتاب یا نئے متن کی شکل میں پیش کر دیتے ہیں۔ جیسے حافظ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کا ایک بڑا حصہ سیرت النبیؐ کے بارے میں ہے اور اس حصہ کو جداگانہ طور پر مصطفیٰ عبدالواحد نے مرتب کیا ہے۔(۸)

کبھی کسی کتاب میں سیرت النبیؐ کے بارے میں خاصی تفصیلات ہوتی ہیں مگر وہ ایک مقام پر نہیں ہوتیں، بلکہ بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔ تب محقق ان تفصیلات کو تلاش کرکے ایک ہی جگہ جمع کرکے از سر نو مرتب کرتا ہے ۔ جیسے الدکتور محمد الامین بن محمد محمود الجکنی نے فتح الباری سے ''السیـــــرۃ النبویۃ فی فتح الباری'' مرتب کی ہے۔(۹)

اس رجحان کے تحت صحیح ابن حبان سے سیرت سے متعلقہ مرویات کو بھی الگ سے مرتب کیا گیا ہے۔ بخاری ومسلم اور قرآن مجید سے بھی سیرت کے بارے میں معلومات چن کر علیحدہ کی گئی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

۳۔ متن کی افادیت بڑھانے کے لیے اضافے

اس اسلوب سے سیرت نگاری کرنے والے کسی متن سے سیرت طیبہؐ کے صرف اجزاء کو ہی اکٹھا کرکے الگ سے مرتب نہیں کرتے بلکہ عموماً الگ شدہ متن کی افادیت کو بڑھانے کے لیے مفید حواشی یا اضافے وغیرہ بھی کرتے ہیں۔ ابوعبداللہ علی عاشور الجنوبی ، ابن عساکر کی تاریخ سے سیرت النبیؐ کی اجزاء علیحدہ کرکے مرتب کرتے ہیں اور اس متن پر اپنے عمل کو درج ذیل نو نکات سے نمبروار بیان کرتے ہیں:

۱۔ مختلف مطبوعات اور مخطوطات کا جائزہ

۲۔ تقابل کے بعد درست متن کا انتخاب

۳۔ متعلقہ احادیث نبویہ کا استخراج

۴۔ متن کی توضیح کے لیے کتب لغت اور ادب کی طرف مراجعت

۵۔ متون احادیث کی تصحیح

۶۔ متن کی احادیث و اقوال کا مصادر اصلیہ سے تقابل

۷۔ متن میں وارد آیات کی فہرست مرتب کرنا

۸۔ متن میں وارد احادیث کی فہرست مرتب کرنا

۹۔ متن میں وارد اعلام کی فہرست مرتب کرنا۔(۱۰)

"السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری" میں محقق نے متن میں وارد مرویات کے مآخذ کی نشاندہی کو ملحوظ رکھا ہے جس کو مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں جناب نعمان بن بشیر کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

" اغمی علی عبداللہ بن رواحۃ فجعلت اختہ عمرۃ تبکی...الخ"(۱۱)

اس روایت پر محقق کی طرف سے ماخذ کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے۔

''صحیح البخاری مع فتح الباری 516/7 باب غزوۃ موتۃ، الحدیثین رقمی 4268,4267''12

غرضیکہ جدید دور کے سیرت نگاروں کے اس اسلوب کی وجہ سے کئی قدیم کتب سے سیرت طیبہؐ کے بارے میں جاننے اور تحقیق کرنے میں بہتری آئی ہے۔

۴۔ کتب سیرت کے تراجم

موجودہ دور میں بہت سی سیرت کی کتب کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ اس بارے میں معروضات ذیلی عنوانات کے تحت پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ترجمہ کرنے کا مقصد:

کچھ کتابوں کی افادیت مسلمہ ہوتی ہے مگر ایک ہی زبان میں ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ان سے محدود پیمانے پر لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے ان کتب سے زیادہ استفادہ ممکن ہو جاتا ہے۔ سیرت کی بہت سی کتب کے تراجم کرتے ہوئے مترجمین نے مذکورہ افادیت کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ سرسید احمد خان کے خطبات احمدیہ کا ترجمہ فاضل مؤلف نے انگریزی زبان میں بھی کرایا اور اس کا مقصد بدیشی لوگوں کو بھی سچ تک پہنچنے میں مدد دینا تھا۔

I hope that every lover of truth will give me credit for my conviction"(۱۳)

ترجمہ: مجھے امید ہے کہ ہر سچائی سے محبت کرنے والا (اہل مغرب کی غلطی ثابت کرنے پر) مجھے قابل تعریف قرار دے گا۔

۲۔ دیانت داری سے ترجمہ کرنا:

اصل کتب کا دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے دیانت داری بہت ضروری ہے، تاکہ ترجمہ میں اصل مفہوم ضائع نہ ہو جائے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی آئے۔ سیرت ابن اسحاق کا ترجمہ کرتے ہوئے اے گلیوم (A. Guillaume) لکھتے ہیں:

I have endeavoured to follow the test as closely as possible without sacrificing English idiom. In rendering poetry, I have tried to give the sense without making any attempt at versifying..."(۱۴)

میں نے انگریزی محاورے کو قربان کیے بغیر متن کے مطابق چلنے کی کوشش کی ہے، جب کہ شاعری میں میں نے شاعرانہ انداز کو اپنائے بغیر مفہوم کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

۳۔ مترجم کے اعتراضات:

اگر ترجمہ کرنے والا کوئی کمی بیشی کرتا ہے تو دیانت دار مترجم اپنی کمی بیشی کی باقاعدہ نشاندہی کر دیتے ہیں تاکہ قاری کو کوئی مغالطہ نہ ہو۔ جیسے گلیوم نے کتاب کے مقدمے میں اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ متن میں انھوں نے کہیں کہیں بقدر ضرورت تھوڑی بہت کمی بیشی کی ہے مگر ساتھ ہی اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔(۱۵)

۴۔ مصنف کا تعارف:

کئی ترجمہ کرنے والے اہل علم کتاب کے شروع میں مصنف کا پورا تعارف کراتے ہیں اور حالات زندگی قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ جیسے گلیوم کی طرح کتاب الشفاء کا ترجمہ کرتے ہوئے عبدالحکیم اختر نے قاضی عیاض، المواہب اللدنیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے محمد عبدالجبار خان آصفی نے قسطلانی کا زاد المعاد کا ترجمہ کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری نے حافظ ابن قیم اور "**السیـــــرة النبویة والآثار المحمدیه**" کا ترجمہ کرتے ہوئے صائم چشتی نے احمد زینی دحلان کے حالات زندگی بیان

کیے ہیں۔

۵۔ منتخب متن کا تعارف:

اگر متن کئی طریقوں سے مروی ہو تو بسا اوقات مترجم واضح کرتا ہے کہ اس کے پیش نظر کون سا متن ہے؟ جیسے اقبال احمد فاروقی نے ابوسعید نیشاپوری م407ھ کی شرف النبیؐ کا ترجمہ کیا ہے۔ مترجم شروع کتاب میں واضح کرتے ہیں کہ کتاب ہذا کا 585ھ میں عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوا تھا اور انہوں نے اردو میں ترجمہ کرنے کے لیے اسی فارسی ترجمے کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔(۱۶)

۶۔ ابتدائیے اور مقدموں کا اضافہ:

بسا اوقات ترجمہ کرنے والے حضرات شروع کتاب میں مفید مقدمے یا ابتدائیے کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ جس میں عموماً سیرت طیبہ کی اہمیت اور اس سے متعلقہ دوسرے موضوعات مختصراً مذکور ہوتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ مترجم نے صاحب کتاب کے اسلوب پر معلومات بھی سپردقلم کی ہوتی ہیں جیسا کہ رئیس احمد جعفری نے زاد المعاد کا ترجمہ کرتے ہوئے شروع میں صاحب کتاب کے اسلوب پر بھی بحث کی ہے۔(۱۷)

۷۔ سلیس اور عام فہم ترجمہ:

ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ سلیس اور سادہ انداز سے اصل متن کے مفہوم کو کماحقہ دوسری زبان میں بیان کر دیا جائے، جس کی عبارت رواں اور عام فہم ہو۔ اس ضمن میں بطور نمونہ زاد المعاد کے ترجمے سے ایک پیراگراف پیش خدمت ہے:

> ’’قیصر نے آواز دی کہ جو یہ خط لایا ہے اسے امان ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں لایا ہوں۔ قیصر نے کہا کہ جب میں واپس آؤں تو ملنا۔ چنانچہ قیصر کی واپسی پر آپ کا نامہ بر اسے ملا ۔ قیصر نے محل کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ آخر دروازے بند کر لیے گئے۔ پھر ایک منادی سے کہا کہ آواز دے دو کہ قیصر نے محمدﷺ کا دین قبول کرلیا ہے۔‘‘(۱۸)

۸۔ حواشی کا اضافہ:

ترجمہ کرنے والے کئی اہل علم ترجمے کے ساتھ متن پر حاشیہ بھی لکھتے ہیں جس سے متن کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ کبھی یہ حاشیہ مختصر ہوتا ہے اور کہیں کہیں کسی امر کی وضاحت ہوتی ہے مگر

بسااوقات مترجم لمبے حواشی یا ترجمے کے دوران لمبی توضیحات بھی شامل کرتا ہے۔ جیسا کہ سیرت حلبیہ کے اردو ترجمے میں ایسی کئی امثلہ موجود ہیں۔(۱۹)

۹۔ اصل متن کا ذکر:

عموماً کتب سیرت کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجمین اصل متن کے ساتھ ذکر نہیں کرتے۔ البتہ دوران ترجمہ بعض مترجمین اصل آیات کو چیدہ چیدہ عربی عبارات کو یا اشعار کو بعینہ متن سے نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ المواہب اللدنیہ کے ترجمے سے نظر آتا ہے۔(۲۰)

۱۰۔ ترجمہ کی گئی کتاب کے نام میں جدت پیدا کرنا:

بعض کتب سیرت کے مترجمین نے ترجمہ کرنے کے بعد ترجمہ شدہ کتاب کے نام میں تھوڑی سی جدت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے المواہب اللدنیہ کے ترجمہ کو سیرت محمدیہؐ سیرت الحلبیہ کے ترجمہ کو ام السیر سیرت حلبیہ اردو اور السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ کے ترجمے کو سیرت دحلانیہ کے اسماء سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۵) کتب سیرت کی تحقیق و تخریج کرنا

کتب سیرت کی تحقیق دو قسم کی ہو سکتی ہے

۱۔ متن کی تحقیق ۲۔ مآخذ کی تحقیق

۱۔ متن کی تحقیق:

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کتاب کے ہم تک پہنچنے والے متون میں سے کسی مستند اور قابل اعتماد متن کا تعین کرنا۔ جیسے محمد بن عمر الواقدی م 207 کی کتاب المغازی کے متن کی تحقیق ڈاکٹر مارسدن جونس (Marsden Jones) نے کی ہے۔ انھوں نے درست متن کے تعین کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں اپنے تحقیقی مراجع کی تفصیلی فہرست بھی دی ہے۔(۲۱)

۲۔ مآخذ کی تحقیق:

اس تحقیق و تخریج میں محقق متن میں ذکر کردہ معلومات کے مآخذ کا تعین کرتا ہے اور مصنف نے جس مقام سے وہ معلومات لی ہیں اس کی مکمل نشاندہی کرتا ہے ۔ موجودہ دور میں متقدمین و متاخرین سیرت نگاروں کی بہت سی کتب پر تحقیقی حواشی لکھے گئے ہیں جیسے سیرۃ ابن ہشام اور الروض الانف پر مجدی بن منصور ، ابن جوزی 597 ھ کی الوفاء باحوال المصطفیٰ پر مصطفیٰ عبدالواحد، المواہب اللدنیہ پر

صالح احمد شامی، زاد المعاد پر شعیب الارنوفط اور عبدالقادر الارنوفط السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری پر الدکتور محمد الامین بن محمد محمود بن احمد الجکنی اور فقہ السیرۃ از محمد الغزالی پر محمد ناصر الدین الالبانی وغیرہ نے تحقیقی حواشی لکھے ہیں۔

دوران تحقیق روایات کی حیثیت متعین کرنا

ایسے تحقیق کرنے والے کئی اہل علم مرویات کے مآخذ کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ معلومات کس قدر قابل اعتبار ہیں۔ تاکہ قاری ان مرویات کی استنادی کیفیت سے آگاہ ہو جائے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے کہ قسطلانی، المواہب میں درج ذیل روایت درج کرتے ہیں۔

> **”و یروی ان امه ام الفضل لما وضعته اتت به النبی فاذن فی اذنه الیمنی واقام فی الیسری وقال اذهبی بابی الخلفاء رواه ابن حبان وغیره۔“(۲۲)**
>
> ترجمہ:اور بیان کی جاتا ہے کہ والدہ ام الفضل نے جب انھیں جنم دیا تو وہ انھیں لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں میں اقامت کہہ کر خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ اسے ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

درج بالا روایات پر حاشیہ میں محقق اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں:

> **”هذا الحدیث موضوع اذ معلوم کما فی الاصابة ان عبدالله ولد بمکة و بنو هاشم بالشعب قبل الهجرة بثلاث ولم یکن یومئذ اذان ولا اقامة حیث لم یشرعا۔“(۲۳)**
>
> ترجمہ: یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ معلوم ہے کہ جیسا کہ الاصابہ میں ہے کہ بے شک عبداللہ مکہ میں پیدا ہوئے اور بنو ہاشم ہجرت سے قبل تین سال گھاٹی میں ٹھہرے اور اس دن تک اذان اور نہ ہی اقامت کی کوئی شرعی حیثیت تھی۔

اسی طرح کی مزید امثلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق و تخریج کے عمل کے بعد متن کی اعتباری حیثیت متعین ہو جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور میں اس اسلوب کو فروغ ملا ہے۔

(٦) اسالیبِ سیرت نگاری

ڈاکٹر محمد جنید ندوی قرار دیتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی کتاب کے مؤلف نے لکھنے سے قبل اس کے منہج یا اسلوب کا تعین نہ کیا ہو۔ البتہ بعض سیرت نگار حضرات اپنے اسلوب و منہج کی نشاندہی

کر دیتے ہیں اور بعض سیرت نگار ایسا نہیں کرتے۔ اپنے منہج اور اسلوب کے ظاہر کرنے کی طرف جدید دور کے سیرت نگاروں کا رجحان ، قدیم اور ماضی قریب کے سیرت نگاروں کی نسبت زیادہ ہے۔(۲۵)

۱۔ اسلوب میں مقاصد کی نشاندہی:

سیرت نگار اپنے اسلوب کو بیان کرتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ اس نے کن مقاصد کو دوران تحریر ترجیحاً پیش نظر رکھا ہے، جیسا کہ احمد التاجی اور الدکتور اکرم ضیاء عمری نے اپنے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ وہ رطب و یابس اور کمزور و من گھڑت مرویات کی بجائے مستند اور صحیح ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کو سیرت طیبہ کے بیان کے ضمن میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔(۲۶)

۲۔ اسلوب کے بیان میں طریقہ کار کی وضاحت:

اسلوب کے بیان میں مؤلف اپنے طریق تالیف کو واضح کرتا ہے جیسا کہ محمد حسین ہیکل اپنی کتاب ''حیاۃ محمدؐ'' کے بارے میں اپنے اسلوب کو وضاحت سے بیا ن کرتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ انھوں نے یہ کتاب جدید انداز سے لکھنے کی کوشش کی ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کے تجزیے پر خاص توجہ دی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے نہ صرف متقدمین سیرت نگاروں کی کتب کا مطالعہ کیا ہے بلکہ مستشرقین کی کتب کو بھی پڑھا ہے۔(۲۷)

شبلی نعمانی نے اپنے سیرت نگاری کے منہج کو ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ انھوں نے سیرت کے واقعات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے اسے سب پر مقدم رکھا ہے ۔ احادیث صحیحہ کے مقابلے میں سیرت کی روایات کو کم اہمیت دی ہے۔(۲۸)

محمد ادریس کاندھلوی نے وضاحت کی ہے کہ انھوں نے سیرت نگاری میں محدثین کے اصول و قواعد کا اتباع ضروری سمجھا ہے اور کسی فلاسفر وغیرہ سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا ہے اور نہ ہی ان کی خاطر کسی حدیث کی خواہ مخواہ تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔(۲۹)

ابوالحسن علی ندوی نے اپنے منہج پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے مآخذ کی نشاندہی کرتے ہیں اور سیرت ابن ہشام اور زاد المعاد سے بھر پور استفادے کا اقرار کرتے ہیں۔(۳۰) جب کہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ''پیغمبر اعظم و آخر'' میں اپنے منہج کے خصائص میں ذکر کرتے ہیں کہ ہر قسم کے تعصّبات سے عاری ہو کر مخلصانہ انداز سے سیرت نگاری کرنا کہ جس میں کوئی سچ چھپایا نہ جائے ۔ یہ حقیقی جمالیاتی منہج ہے

اور اس کتاب میں ایسا ہی تاریخی جمالیاتی منہج اختیار کیا گیا ہے۔(۳۱)

۳۔ اسلوب نویسی کی افادیت:

سیرت نگاری کے اسالیب جاننے سے بہتر اور معیاری اسلوب کے تعین میں مدد ملتی ہے ۔ دور جدید میں سیرت نگاروں نے نہ صرف اپنے اسلوب کی نشاندہی کی ہے بلکہ سابقہ لکھی گئی اہم کتب سیرت کے اسالیب و مناہج کا جائزہ لینے کی طرف بھی توجہ دی ہے اور ان کے خصائص و امتیازات کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے ابن سید الناس کی عیون الاثر کے اسلوب و منہج پر کلام کرتے ہوئے دکتور محمد العید الخطر اوی اور محی الدین مستو لکھتے ہیں کہ مؤلف نے اس کتاب میں زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا رہے۔ اسانید و انساب کے ذکر میں تکرار سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ آیات و احکام کا سبب نزول بننے والے واقعات کا ذکر انہی آیات کے ساتھ کیا ہے۔ اشعار کا ذکر اعتدال سے ہے۔ غریب الفاظ کے معانی کی وضاحت کی ہے اور اندھا دھند معلومات نقل کرنے کی بجائے مستند مرویات کو ترجیح دی ہے۔(۳۲)

۴۔ اسلوب نویسی میں خامیوں پر تنقید:

قدماء کے مناہج کا جائزہ لیتے ہوئے محققین نے جہاں ان کے اوصاف اور خصائص کو پہنچانا ہے وہیں ان کی کوتاہیوں پر نقد بھی کیا ہے۔ جیسے حافظ ابن کثیر کے سیرت نگاری کے منہج کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خان ندوی نے ان کے فضائل اور خوبیوں کا بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے مگر ان کی تسامحات کو بھی نمایاں کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں:

> ''لیکن دلائل کے باب میں ان کا تساہل حیرت انگیز بھی ہے اور تعجب خیز بھی اور اس کا عذر خواہ سابقین کی تقلید ہو یا عجائب و غرائب سے دلچسپی یا احاطہ و شمول کا شوق بہرحال عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہے۔ لیکن اس لیے قابل درگزر بھی ہے کہ وہ خود ہی اس کی طرف توجہ مبذول کراتے جاتے ہیں۔''(۳۳)

الغرض جدید دور میں سیرت نگار نہ صرف اپنے اسلوب کی نشاندہی کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں بلکہ وہ قدماء کے اسالیب و مناہج کا بھی جائزہ لے رہے ہیں تا کہ جدید دور میں سیرت نگاری کو بہتر خطوط پر استوار کیا جا سکے اور مقالہ ہذا بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

دروس سیرت یا نتائج و حکمت کے اظہار کے ساتھ سیرت نگاری

کئی سیرت نگار سیرت طیبہ کے واقعات و احوال کو درج کرتے ہوئے مناسب مقامات پر ان سے نتائج بھی اخذ کرکے رقم کرتے ہیں۔ تاکہ قاری کو سیرت طیبہ سے رہنمائی لینے میں آسانی ہو سکے۔ جیسے ''پیغمبر انسانیتؐ'' میں مؤلف غزوۂ بدر کے حالات درج کرتے ہوئے قیدیوں سے فدیہ لینے کے واقعات درج کرتے ہیں اور پھر اس فیصلے سے اخذ ہونے والے نتائج پر بحث کرتے ہیں ، جن میں ایک اہم نتیجہ تعلیم کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔(۳۴)

۱۔ مرتب انداز سے منطقی نتیجہ تک

بعض سیرت نگار واقعات کو ایک ترتیب سے ذکر کرنے کے بعد اس کے منطقی نتائج تک قاری کو پہنچا دیتے ہیں۔ جیسے منٹگمری واٹ (Montgomory Watt) رسول کریم ﷺ کے مکہ معظّمہ کے حالات زندگی کو ترتیب سے بیان کرتے ہوئے بحث کے آخر میں یوں نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

Their chief importance is perhaps to make us realise that despite the meagreness of the records which causes us to feel that things happened quickly, the development of Islam at mecca was a slow process.(۳۵)

ترجمہ: ان کی سب سے بڑی اہمیت شاید یہ ہے کہ مآخذ کی کمی کے باوجود ہمیں اس امر کا احساس ہو کہ مکہ میں واقعات تیزی سے وقوع پذیر ہوئے اور مکہ میں اسلام کی ترقی ایک آہستہ عمل تھا۔

۲۔ اسرار و حکمت کے اظہار سے سیرت کی عکاسی

محمد الغزالی ''فقہ السیرۃ'' میں اپنے طرز تحریر اور اسلوب نگارش میں اسرار وحکم کے اظہار کو مسلسل ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس طرح قاری کو رسول کریم ﷺ کی ذات کی حقیقی عکاسی دکھلائی جا سکتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

" قد بذلت وسعی فی إعطاء القاری صورة صادقة عن سیرة رسول الله واجتهدت فی إبراز الحکم والتفاسیر لما یقع من الحوادث."(۳۶)

ترجمہ: بے شک میں نے اپنی کوشش صرف کی ہے کہ قاری کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی

سچی جھلک دکھاؤں اور میں نے واقعہ ہونے والے حادثات میں سے حکمتوں اور وضاحت کو ظاہر کرنے میں بھی پوری کوشش کی ہے۔

۳۔ حکمت کی وضاحت سے اختلافی آراء میں فیصلہ کرنا

سیرت طیبہ کے بعض واقعات کے بارے میں مرویات میں اختلاف ہوتا ہے مگر سیرت نگار ان احوال و واقعات کی حکمتوں کو واضح کرکے اس بناء پر ہی کسی ترجیحی رائے کا تعین کرلیتا ہے ۔صفی الرحمٰن مبارک پوری اسرار معراج کے وقت وقوع کے بارے میں کئی آراء درج کرتے ہیں۔ پھر واقعہ معراج سے سمجھ آنے والی حکمتوں کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس طرح کی دو بڑی حکمتوں پر نظر ڈالنے کے بعد ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اسراء کا یہ واقعہ یا تو بیعت عقبہ اولیٰ سے کچھ ہی پہلے کا ہے یا عقبہ کی دونوں بیعتوں کے درمیان کا ہے۔ واللہ اعلم''(۳۷)

الغرض جب سیرت نگار سیرت طیبہ کی تفصیلات سے نتائج اخذ کرتے ہیں یا آپ کے فرامین و معمولات کی حکمتیں بیان کرتے ہیں تو اس سے سیرت طیبہ کے مطالعہ کی افادیت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے بلکہ بہت سے اشکالات کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے۔

معاصر کتب سیرت کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ

بعض سیرت نگاروں نے سیرت نویسی کے دوران معاصرین سے اختلاف کو بھی مدنظر رکھا ہے اور جہاں اپنے معاصرین کی اپنے خیال کے مطابق غلطیاں یا کوتاہیاں محسوس کیں ان کا اپنی تصانیف میں محاسبہ بھی کیاہے۔ جیسے شبلی نعمانی ''سیرت النبیؐ'' کے مقدمے میں روایت لینے اور پرکھنے کے اصول بیان کرتے ہیں جنھیں وہ اصول روایت اور اصول درایت کہتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی پیش کردہ ''درایت'' پر کئی سیرت نگاروں نے تنقید کی ہے۔ محمد ادریس کاندھلوی ''سیرت المصطفیؐ'' میں واضح کرتے ہیں کہ ''درایت'' محض رائے اور تخیل ہے اور ان کے خیال میں درایت بدعت ہے۔(۳۸) جب کہ اس بارے میں عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں:

''مولانا سے تسامح یہ ہوا کہ وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں۔ دوم درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور کسی محدث کا یہ مسلک نہیں ہے بلکہ صریح البطلان ہے۔''(۳۹)

تنقید میں سخت الفاظ کا استعمال

بعض اوقات اختلاف رائے کا اظہار کرتے ہوئے کئی اہل علم کافی سخت الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں جیسے الدکتور اکرم ضیاء عمری نے ''السيرة النبوية الصحيحة'' کے مقدمہ میں دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں تمام معلومات صحیح درج کی ہیں جیسا کہ کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے۔ ان کے اس دعویٰ کے جواب میں عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی ''استدراکات و ملاحظات'' نامی کتاب تحریر کرتے ہیں جس میں اکرم ضیاء عمری پر شدید تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولقد اقتحم نفسه في هذا العلم الشريف ظلما و عدوانا على الحقائق الناصعة المبينة الواضحة.......الخ''(۴۰)

ترجمہ: یقیناً اس نے اپنی جان اس قابل احترام علم میں خالص ، واضح اور نمایاں حقائق کے خلاف ظلم اور زیادتی کرتے ہوئے داخل کی ہے۔

اکرم ضیاء عمری نے ابن ہشام کی توثیق کی ہے اورا س سے مروی روایات کو حسن درجے کی قرار دیا ہے۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے السندی مذکور لکھتے ہیں:

''حكمه على اسناد ابن هشام بالحسن خطأ قبيح للغاية.''(۴۱)

ترجمہ: اس کا ابن ہشام کی سند پر حسن ہونے کا حکم لگانا انتہا درجے کی قبیح غلطی ہے۔

اس طرح اختلاف رائے کی اور بھی امثلہ دی جا سکتی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کئی سیرت نگار اختلاف رائے کے اظہار میں سخت الفاظ بھی استعمال کرجاتے ہیں۔

تجزیاتی اسلوب

سیرت طیبہ کے احوال کے بیان میں بہت دفعہ ایک ہی واقعہ کے بارے میں مختلف روایات ہوتی ہیں اور ان میں قدرے اختلاف بھی ہوتا ہے۔ تب سیرت نگار ان روایات کو نقل کرتا ہے اور ان میں موجود اختلاف کا جائزہ لیتا ہے۔ پھر تجزیے کے بعد اپنی رائے پیش کر دیتا ہے۔ جس کی توضیح درج ذیل تین ذیلی عنوانات سے کی جا تی ہے:

۱۔ تجزیے کے بعد تطبیق کی صورت نکالنا:

کبھی سیرت نگار کی فہم و فراست یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ روایات میں صرف ظاہری اختلاف ہے اور حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تب وہ ان میں تطبیق اور مفاہمت کی صورت پیش کر دیتا ہے۔

جیسے محمد الصادق العرجون کے بیان سیرت میں نمایاں ہے۔ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات کے بارے میں وہ متعدد روایات پیش کرتا ہے۔ جناب جابر کی روایت کے مطابق پہلی آیت ﴿یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُO قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ ہے جب کہ دیگر روایات میں ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ کا ذکر ہے۔ تمام روایات کے بعد ان میں تطبیق دیتے ہوئے مذکورہ سیرت نگار لکھتے ہیں:

”ان کل ما نقل عن جابر رضی الله عنه انما کان حدیثاً سمعه من النبی صلی اللّٰہعلیه وسلم وهو یحدث عن فترة الوحی و دعوته الیه بعد فترته و انه کان اول ما نزل فی عودة الوحی بعد فترته.“(۴۲)

ترجمہ: بے شک جو بھی جابرؓ سے منقول ہے وہ حدیث ہے جو سنی ہے (جابرؓ) آپ ﷺ سے جس میں فترت کے بعد آپ کی دعوت کو بیان کرتے ہیں اور جو انھوں نے پہلی نازل ہونے والی آیات کے بارے میں بیان کیا ہے وہ فترت کے بعد پہلی وحی دوبارہ نازل ہونے کے بارے میں ہے۔

۲۔ راجح اور مرجوح کا تعین کرنا:

بسا اوقات روایات کے اختلاف میں جائزہ لینے کے بعد سیرت نگار فیصلہ کرتا ہے کہ ان مرویات میں تطبیق دینا ممکن نہیں ہے تب وہ اپنے علم کی روشنی میں فیصلہ دیتا ہے کہ کون سی روایت راجح ہے اور کون سے مرجوح۔ جیسے غزوۂ خندق کے سال وقوع کے بارے میں متعدد روایات ہیں ۔ ابن اسحاق کا خیا ل ہے کہ 5ھ کو ہوا اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ 4ھ کو ہوا۔ عبدالرؤ ف دانا پوری ان روایات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی رائے 5ھ کے حق میں دیتے ہیں اور ابن حزم کی رائے کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”یہ استدلال صحیح نہیں ہے ، اس لیے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمر اس وقت پندرہ برس اور گیارہ مہینوں کے ہوں گے اور تاہم یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خندق کے وقت 15 برس کے تھے۔ مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔“(۴۳)

۳۔ عقلی تجزیے سے اشکالات کی توضیح کرنا:

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے دوران پیدا ہونے کی والی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے کئی سیرت نگار عقلی تجزیہ اس طرح کرتے ہیں کہ ممکنہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ جیسے ”سیرت سرور عالمؐ“ میں مولانا مودودی کے انداز سے واضح ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں کہ وہ مکی دور کی

سورة عبس اور عبداللہ بن ابن ام مکتوم کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بارے میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خفگی کا اظہار فرمایا۔ مولانا کہتے ہیں:

''کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاذاللہ آپ کے اندر کوئی کج خلقی پائی جاتی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی بلکہ پوری سورت پر مجموعی حیثیت سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عتاب دراصل قریش کے سرداروں پر کیا گیا ہے۔''(۴۴)

روایات سیرت کے تجزیے کی کتب سیرت میں بے شمار امثلہ مل سکتی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدماء کی طرح یہ موجودہ سیرت نگاروں میں بھی ایک معمول بہ اسلوب ہے۔

تأثراتی اسلوب

کچھ سیرت نگار رسول کریم ﷺ کے حالات بیان کرتے ہوئے آپ کی عظمت اور بزرگی کے بارے میں جو محسوس کرتے ہیں اس کا اظہار خوبصورت اور عموماً فصیح الفاظ کی شکل میں کرتے ہیں۔ ان کی طرز تحریر پر بھی یہی تأثراتی اسلوب غالب ہوتا ہے۔ عباس محمود العقاد اپنی کتاب ''عبقریۃ محمدؐ'' کی وجہ تالیف اس طرح ذکر کرتے ہیں:

''**وحسبنا من کتابنا هذا ان یکون بنانا تومئی الی تلک العظمة فی آفاقها**''(۴۵)

ترجمہ: اور ہمیں اپنی اس کتاب سے کافی ہے کہ یہ ایک ایسی بنیاد بن جائے جو آفاق میں آپؐ کی عظمت کی طرف اشارہ کرے۔

عہد جدید کے ایک اور سیرت نگار محمود شلبی ہیں جن کی کتاب ''شخصیۃ رسول اللہ ﷺ'' ہے۔ اس میں مصنف پہلے ایک حدیث پیش کرتا ہے پھر اس حدیث کے فہم میں گہرائی ، وسعت اور عظمت کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے کلام سے آپؐ کی عظمت اور رفعت کو محسوس کراتا ہے۔ حدیث رسول کے الفاظ ہیں: (**انّی اری مالا ترون**) اس پر مصنف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''**---لان قلبه الشریف له اعین --- تبصر من عالم الملکوت --- ما شاء الله له الابصار--- وهذا الجانب من شخصیة رسول الله من اخطر الجوانب - -التی ندرک من خلالها---امتیاز تلک الشخصیة-امتیازات ---یرفعها فوق الجمیع.**''(۴۶)

ترجمہ: اس لیے کہ آپ کا محترم دل اس کی آنکھیں ہیں جن سے وہ عالم ملکوت کو دیکھتے ہیں۔ جو اللہ نے آپ کو دکھلانا چاہے...... اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا یہ پہلو سب

پہلوؤں سے زیادہ ہے...... جس کے درمیان میں ہم محسوس کرتے ہیں...... آپ کی شخصیت کا ایسا امتیاز...... جو تمام سے بلند تر ہے۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر مکہ چھوڑتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور فرما رہے تھے کہ :''اے مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے۔''
ان الفاظ اور آپؐ کے آنسوؤں پر چودھری افضل حق اپنے تأثرات یوں قلم بند کرتے ہیں:

''کم گو پیغمبر کے یہ مختصر الفاظ وطن کی غیر محدود محبت کے حامل ہیں۔ یہ چھوٹا سا فقرہ سینے میں ہزاروں حسرتوں کا مظہر ہے۔ وطن سے چھٹ کر حسرت سے آنسو بہانا کمزوری کی علامت نہیں بلکہ شریف دل میں جذبات کی شہادت ہے۔''(۴۷)

گویا ایسے سیرت نگار سیرت طیبہؐ کے واقعات سے جو گہرا تأثر لیتے ہیں، وہ خوبصورت الفاظ کے ذریعے قارئین کے قلوب و اذہان پر نقش کر دیتے ہیں۔

ادیبانہ سیرت نگاری

اکثر سیرت نویس حضرات کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ سیرت طیبہ کے بیان کے لیے عمدہ الفاظ اور بہترین جملوں کو دلکش پیرائے میں سپرد قلم کریں اور بعض سیرت نگار ایسے بھی ہیں جو سیرت نگاری میں ادیبانہ اظہار کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں۔

عربی زبان میں ادیبانہ سیرت نگاری کی مثال محمود شلبی کی ''شخصیۃ رسول اللہ ﷺ'' سے پیش ہے، جس میں وہ اپنے مافی الضمیر کو الفاظ کے زور اور ادبی قوت سے سپرد قلم کرتے ہیں:

''**فجعل من فخذ ابن مسعود وسادة...... ما اسعد ابن مسعود...... وما اسعد فخذ ابن مسعود...... ان اکرم الخلق یضع رأسه الشریف علی فخذه...... شرف رفیع و عز منیع...... سیعود الی ابن سعود......الخ**''(۴۸)

ترجمہ: تو آپ نے ابن مسعود کی ران کو تکیہ بنایا...... ابن مسعود کس قدر خوش قسمت ہے اور ابن مسعود کی ران کس قدر خوش قسمت ہے۔ تمام مخلوقات میں سے معزز ترین اپنے معزز سر کو اس کی ران پر رکھے ہے۔ اونچا شرف اور بلند مرتبہ عزت ہے۔ جو کہ عنقریب ابن مسعود کی طرف لوٹے گی''

اردو زبان میں ادیبانہ سیرت نگاری کا پس منظر

ڈاکٹر محمود الحسن عارف(۴۹) واضح کرتے ہیں کہ جب اردو میں باقاعدہ طور پر سیرت نگاری شروع ہوئی اور اس عنوان پر مستند اور محقق کتابیں تصنیف و تالیف کی جانے لگیں تو ان میں بھی ادبی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس قسم کی تصانیف میں مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی (م 1279ھ) کی کتاب ''تواریخ حبیب اللہ'' سرسید احمد خان (م1898ھ) کی "**خطبات الاحمدیه فی العرب والسیرة المحمدیه**''، علامہ راشد الخیری (م 1932) کی ''آمنہ کا لال'' لکشمن پرشاد (م 1931) کی ''عرب کا چاند'' مرزا حیرت دہلوی کی ''سیرت محمدیہ'' مولانا اشرف علی تھانوی کی ''نشر الطیب'' قاضی سلیمان سلمان منصورپوری کی ''رحمۃ للعالمین'' اور مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''النبی الخاتم'' کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سے ہر کتاب نے ایک خصوصی ادبی اور تحقیقی انداز متعارف کرایا ہے ۔تاہم اردو میں جو شہرت اور ناموری شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی ''سیرت النبیؐ'' کے حصے میں آئی اور اس کتاب نے جس طرح نہ صرف اُردو زبان بلکہ دوسری معاصر زبانوں کے سیرت نگاری کے ادب کو بھی متأثر کیا، اس کی کوئی اور مثال موجود نہیں ہے۔(۵۰)

اردو زبان میں ادیبانہ سیرت نگاری کی مثال

اُردو میں ادبی سیرت نگاری کے سوامی لکشمن پرشاد کی ''عرب کا چاند'' سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

> ''آخر وہ روز سعید اور مبارک گھڑی آ پہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سن تھی۔ باغ و راغ کے اندر قافلہ گل آ پہنچا تھا۔ حد نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا۔نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبداللہ کے کاشانہ میں وہ ماہتاب طلوع ہوگیا جس کی ضیاء پاشیوں سے شب دیجور کی تاریکیاں اس طرح کافور ہو گئیں جس طرح اس کی علمی نور افشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔''(۵۱)

مگر کچھ ادباء ایسے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی کو کہانی کے انداز میں لکھنے کی کوشش کی اور خالص ادبی رنگ کو غالب رکھا'' محبوب خدا'' میں مؤلف نے بڑی عقیدت اور والہانہ انداز سے رسول کریم ﷺ کے حالات کا ذکر کیا ہے۔ خصوصاً ہر عنوان کا آغاز ایک خاص انداز سے

الفاظ کی بندش کے ساتھ کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی ولادت کا ذکر شروع کریں یا حدیبیہ کی طرف رخصتی کا بیان ان کا ہر جگہ یہی رنگ غالب ہے۔(۵۲)

ادبی رنگ کے غلبے کے باوصف عموماً کہانی کے انداز سے سیرت طیبہ کو بیان کرنے والے مؤلفین حوالے دینے یا مآخذ کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

الحاصل:

درج بالا معلومات کی روشنی میں درج ذیل نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ جدید دور میں سیرت نگاری کا عمل بہتر بنانے کے لیے کوششیں جاری ہیں۔

۲۔ سیرت نگاری کے عمل میں تنوع بڑھ رہا ہے ۔

۳۔ سیرت نگاری کے ماضی کے رجحانات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔

۴۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی سیرت نگاری کا عمل فروغ پذیر ہو رہا ہے۔

۵۔ سیرت النبیؐ کے بارے میں معلومات کو ایک زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا رجحان پہلے سے زیادہ تیز ہے۔

۶۔ اسلامی دینی ادب کی اہم کتب سے سیرت النبیؐ پر مشتمل مواد کو الگ سے مرتب کرنے کا رجحان زور پکڑ رہا ہے۔

۷۔ سیرت نگار مستند ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کو ترجیح دے رہے ہیں۔

۸۔ سیرت طیبہ کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے نتائج اخذ کرنے اور مسائل کا حل ڈھونڈنے کی طرف توجہ بڑھ رہی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ حقانی میاں قادری، ڈاکٹر حافظ ''خطبہ حجۃ الوداع کی عالمگیر اہمیت'' ششماہی السیرۃ العالمی، مدیر سید فضل الرحمٰن ص 264 ش:12 رمضان 1425ھ /اکتوبر2004ء۔

۲۔ حافظ محمد سعداللہ ''استحکام پاکستان کا حصول سیرت طیبہ کی روشنی میں'' سہ ماہی منہاج، مدیر حافظ سعد اللہ ص156ج :15ش:3 جولائی تا ستمبر1997ء(دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ، لاہور)۔

۳۔ ڈاکٹر غلام شبیر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ابلاغیات کے استاد ہیں۔

۴۔ غلام شبیر، ڈاکٹر ''سیرت نبویؐ و ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرہ '' ششماہی منہاج، مدیر حافظ سعداللہ ص224 ج :26، ش:2 جولائی تا دسمبر2004

۵۔ www.alwarraq.com

۶۔ الہاشمی ،محمد علی ''شخصیۃ الرسول و دعوتہ فی القرآن الکریم'' ص، ا مقدمہ طبع رابع (دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت لبنان 2003/1424)

۷۔ العودۃ، سلیمان بن حمد، الدکتور ''السیرۃ النبویۃ فی الصحیحین وعند ابن اسحاق'' (دارطیبہ، الریاض1423ھ / 2002ءص :7

۸۔ مصطفیٰ عبدالواحد ''مقدمہ علی السیرۃ النبویۃ لابن کثیر'' (عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاء ہ القاہرہ 1964ء) ص:12

۹۔ حافظ ابن حجر، احمد العسقلانی ''السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری'' جمع وتحقیق الدکتور محمد الامین بن محمد محمود بن احمد الجکنی (مکتبہ دارالبیان ،الکویت 2001ء /1422ھ) ص :17/1

۱۰۔ حافظ ابن عساکر، علی بن حسن ''السیرۃ النبویۃ'' تحقیق وتخریج، ابوعبداللہ عاشور الحوبی (دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان 1421ھ/2001ء) ص 17/1

۱۱۔ حافظ ابن حجر، احمد العسقلانی ''فتح الباری'' باب غزوہ موتہ ص 516/7

۱۲۔ الجکنی، محمد امین، جمع وتحقیق علی ''السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری'' (مکتبہ دارالبیان، الکویت 2001ء) ص:65/3

۱۳۔ Syed Ahmad Khan "Life of Muhammad" P:xi preface

۱۴۔ A Guillaume "The Life of Muhammad " A translation of Ishaq's Sirat P:XL Introduction (Oxford University Press Karachi etc 1982)

۱۵۔ A Guillame "Ibid" P:XL.

۱۶۔ فاروقی، اقبال احمد ''ابتدائیہ شرف النبیؐ مصنفہ ابوسعید النیشاپوری'' (ملک اینڈ کمپنی لاہور 1984ء) ص :5

۱۷۔ جعفری، رئیس احمد ، ابتدائیہ و ترجمہ زاد المعاذ'' (نفیس اکیڈمی کراچی 1983) 20/1

۱۸۔ جعفری ''زاد المعاذ'' ص :101/1

۱۹۔ قاسمی محمد اسلم ''سیرت حلبیہ اردو'' ص 348-50/5

۲۰۔ آصفی محمد عبدالجبار خان ''سیرت محمدیہؐ، اُردو ترجمہ المواہب اللدنیہ''(محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی، س ن) ص :98,314/1

۲۱۔ الواقدی''کتاب المغازی'' تحقیق مارون جونس، مقدمہ محقق ص ص :37-46/1

۲۲۔ القسطلانی ''المواہب اللدنیہ'' الفصل الرابع فی اعمامہ ص 14/2

۲۳۔ الشامی، صالح احمد،''حاشیہ علی المواہب اللدنیہ'' (المکتب الاسلامی بیروت 1991) ص :111/2

۲۴۔ ڈاکٹر محمد جنید ندوی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں لازمی مضامین کے شعبہ کے صدر ہیں۔

۲۵۔ محمد جنید ندوی، ڈاکٹر ''سیرت نگاری کے مآخذ، اصول اور منہج تحقیق'' ششماہی السیرۃ العالمی'' مدیر فضل الرحمٰن ش:11 ربیع الاول 1425ھ ص :156

۲۶۔ ا۔ التاجی، احمد''سیرۃ النبی العربی محمد رسولؐ'' (مصطفیٰ البابی الحلبی مصر 1978ء) ص :25/1

۲۔ العمری، اکرم ضیاء الدکتور ''السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ'' (المکتبہ العبیکان، الریاض 1998ء) ص ص:66-72/1

۲۷۔ ہیکل، محمد حسین ''حیاۃ محمدؐ'' مقدمہ (مطبعۃ السنۃ المحمدیہ، القاھرہ 1968ء) ص ص :10-15

۲۸۔ شبلی نعمانی ''سیرۃ النبیؐ'' مقدمہ :63/1

۲۹۔ کاندھلوی، محمد ادریس ''سیرۃ المصطفیٰ'' مقدمہ (مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور س ن) ص ص :14-15/1

۳۰۔ ندوی، ابو الحسن علی ''رحمت عالم'' ترجمہ و پیش لفظ محمود الحسن (مجلس نشریات اسلام، کراچی نمبر18 س ن) ص :21

۳۱۔ ناصر، ڈاکٹر نصیراحمد ''پیغمبراعظم و آخرؐ'' مقدمہ (فیروز سنز پاکستان، لاہور س ن) ص ص 85-86

۳۲۔ الحظراوی، محمد العید و محی الدین ستو''مقدمہ عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر'' ص ص 13-14/1

۳۳۔ مسعود الرحمٰن خان ندوی، ڈاکٹر ''ابن کثیر، سیرت نگاری رسول اللہؐ'' نقوش، رسول نمبر، مدیر محمد طفیل دسمبر1982ء، جلد اول ش:130

۳۴۔ پھلواری، شاہ محمد جعفر''پیغمبر انسانیتؐ'' ص 229۔

۳۵۔ Watt, Montgomery, W "Muhammad at Mecca" (Oxford University Press Karachi 2004) P:59

۳۶۔ الغزالی، محمد''فقہ السیرۃ'' تخریج، ناصر الدین الالبانی (دارالکتب الحدیثیۃ، قاہرہ، 1076ء)، ص :4

۳۷۔ مبارک پوری، صفی الرحمٰن ''الرحیق المختوم'' ص :204

۳۸۔ کاندھلوی، محمد ادریس ''سیرۃ المصطفیٰؐ'' مقدمہ ص :14/1

۳۹۔ دانا پوری، عبدالرؤف ''اصح السیّر'' مقدمہ (مجلس نشریات اسلام، کراچی ، 1982ء) ص :20/1

۴۰۔ السندی، عبدالقادر بن حبیب اللہ ''استدراکات و ملاحظات'' (مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ 2001ء) ص:4

۴۱۔ السندی، عبدالقادر''استدراکات و ملاحظات'' ص :100

۴۲۔ العرجون، محمد الصادق ابراہیم ''محمد رسول اللہؐ'' (دارالقلم دمشق 1995) ص :567/1

۴۳۔ دانا پوری، عبدالرؤف ''اصح السیر'' ص :142

۴۴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید''سیرت سرور عالمؐ'' (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1978ء) ص :173/2

۴۵۔ العقاد، عباس محمود، ''عبقریۃ محمدؐ'' (دارالہلال طبع ندارد)ص :11

۴۶۔ شلبی، محمود''شخصیۃ رسول اللہؐ'' (دارالجبل، بیروت1992) ص :120/3

۴۷۔ افضل حق، چودھری ''محبوب خدا'' (قومی کتب خانہ، لاہور 1986ء)ص :98

۴۸۔ شلبی محمود، ''شخصیۃ رسول اللہﷺ'' ص 206/3

۴۹۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی کے سربراہ ہیں۔

۵۰۔ عارف، محمود الحسن ڈاکٹر ''سیرت نگاری کے ادبی پہلو'' ششماہی السیرۃ العالمی، مدیر فضل الرحمٰن ش:6 رمضان 1422ھ / نومبر 2001ء ص ص :29-328

نوٹ: سوامی لکشمن پرشاد کا سن وفات بعض کتب میں 1939ء مذکور ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیے: انور محمود خالد ڈاکٹر ''اردو نثر میں سیرت رسولؐ'' ص 468، 485 طبع اقبال اکادمی، لاہور پاکستان1989ء.

۵۱۔ لکشمن پرشاد ، سوامی ''عرب کا چاند'' (مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور س ن) ص :65

۵۲۔ افضل حق، چودھری ''محبوب خداؐ'' ص ص 19,179

☆☆☆☆☆